امام ابوداود رحمہ اللہ کے قول ’’صالح‘‘ کا مطلب

اور ’’ما سکت علیه أبو داود‘‘ کا حکم

مولانا محمد صدیق مظفری
استاذ جامعہ فاروقیہ، شجاع آباد

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب ’’السنن‘‘ کے تعارف سے متعلق اہلِ مکہ کے نام اپنے خط میں فرمایا ہے: ’’میری اس کتاب میں اگر کوئی کمزور حدیث آئی ہے، تو میں نے اسے واضح کردیا ہے اور جس حدیث پر میں نے کوئی کلام نہیں کیا، وہ صالح ہے۔‘‘ اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس میں لفظِ ’’صالح‘‘ سے کیا مراد ہے؟ اور کیا واقعی ایسا ہے کہ سننِ ابی داود کی جس حدیث پر کوئی کلام مذکور نہ ہو، وہ صالح کہلائے گی؟!۔

زیرِ نظر مضمون میں مذکورہ سوال کا جواب دیا گیا ہے۔ امام ابو داود رحمہ اللہ (متوفی: ۲۷۵ھ) نے اپنے مذکورہ خط میں یہ بات ان الفاظ میں فرمائی ہے: ’’وما کان في کتابي من حدیث فیه وهنٌ شدیدٌ فقد بینتُهٗ، وما لم أذکر فیه شیئًا فهو صالح.‘‘[1] جس کا ظاہری مطلب یہی ہے کہ سننِ ابی داود کی جو روایت بھی اُن کی رائے میں ضعیف تھی، اُس کے ضَعف کو انہوں نے بیان کردیا ہے اور جس کسی روایت پر کلام مذکور نہیں ہے، وہ کم از کم ان کی رائے میں ’’صالح‘‘ ضرور ہے۔ [آپ کا یہ خط شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۷ھ) کی تحقیق اور گراں قدر حواشی کے ساتھ ’’رسالة أبي داؤد إلی أهل مکة في وصف سننه‘‘ کے نام سے ’’ثلاث رسائل في علم مصطلح الحدیث‘‘ کے ضمن میں ’’مکتب المطبوعات الإسلامیة‘‘ بیروت سے چھپا ہوا ہے، جو سب سے پہلی بار شیخ الاسلام علامہ زاہد بن حسن کوثری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۷۱ھ) کی تحقیق سے ۱۳۶۹ھ میں ’’مطبعة الأنوار، قاهره‘‘ سے طبع ہوا تھا۔ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ نے اس کے مقدمہ میں با حوالہ درج فرمایا ہے کہ امام ابوداود رحمہ اللہ نے یہ خط اہلِ مکہ میں سے ابوالحسن التمار

رحمہ اللہ کے نام لکھا تھا] سوال میں پوچھی گئی دونوں باتوں کا جواب بالترتیب درج ذیل ہے:

ا: لفظِ ''صالح'' کا مطلب اور اس کی مراد

حضرات محدثین کے ہاں ''صالح'' کا لفظ حدیث کی صفت کے طور پر دو الگ الگ معانی میں استعمال ہوتا ہے:

❶: ''صالح للحجة'': یعنی وہ روایت جو بذاتِ خود قابلِ حجت ہو اور اس سے استدلال کے لیے شواہد ومتابعات وغیرہ کی ضرورت نہ ہو، اس کو ''صالح للاحتجاج'' اور ''صالح للاستدلال'' بھی کہا جاتا ہے۔

❷: ''صالح للاعتبار'': یعنی وہ روایت جو قابلِ حجت بننے کے لیے شواہد ومتابعات کی محتاج ہو۔ اب یہاں پر امام ابو داود رحمہ اللہ کے کلام میں ''صالح'' سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں علماء کی آراء مختلف ہیں۔ راجح قول کے مطابق یہاں پر ''صالح'' کا لفظ عام ہے اور یہ ''صالح للاحتجاج'' اور ''صالح للاستدلال'' دونوں کو شامل ہے، کیونکہ سننِ ابی داود کی مسکوت عنہا روایات (یعنی وہ روایات جن پر کوئی کلام درج نہیں ہے، اُن) میں صحیح وحسن کے ساتھ ساتھ ایسی ضعیف روایات بھی ہیں کہ جو قابلِ احتجاج نہیں، صرف قابلِ اعتبار ہیں، چنانچہ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ (متوفی ۹۰۲ھ) اپنے استاذ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) کی اس بارے میں رائے نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''وقد قرأت بخط شيخنا ما نصه: ''لفظ ''صالح'' في كلام أبي داؤد، أعم من أن يكون للاحتجاج، أو للاعتبار...''.(۲)

یعنی: میں نے اپنے شیخ (حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ) کے قلم سے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ امام ابوداود رحمہ اللہ کے کلام میں لفظِ ''صالح'' عام ہے، ''صالح للاحتجاج'' اور ''صالح للاستدلال'' دونوں کو شامل ہے۔ اس بارے میں یہی رائے حافظ شمس الدین ذہبیؒ، برہان الدین بقاعیؒ اور جلال الدین سُیوطی رحمہم اللہ وغیرہ نے ظاہر فرمائی ہے۔ (۳) باقی رہی یہ بات کہ ان میں سے کون سی روایت ''صالح للاحتجاج'' شمار ہوگی اور کون سی روایت ''صالح للاعتبار'' کہلائے گی، اس کی اصل تعیین تو ائمہ محدثین کے عمومی اقوال اور موقع محل کے مناسب قرائن کی بنیاد پر ہوگی، البتہ! سننِ ابی داود کا حافظ عبد العظیم منذری رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۶ھ) نے اختصار کیا ہے، جس میں انہوں نے امام ابو داود رحمہ اللہ کی مسکوت عنہا روایات میں سے جس کو ضعیف پایا ہے، اُس پر احسن انداز سے کلام کیا ہے، بعد میں پھر اسی اختصار کو بنیاد بنا کر حافظ ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۵۱ھ) نے سننِ ابی

داود کی تہذیب کی ہے اور امام ابوداود اور حافظ منذری رحمہما اللہ کی جانب سے جن احادیث پر کلام نہیں کیا گیا، اُن کی بطورِ خاص جانچ پڑتال کی ہے اور جس کسی حدیث کو ضعیف پایا ہے، اس پر کلام کیا ہے، لہٰذا اگر کسی حدیث پر یہ دونوں حضرات بھی سکوت اختیار فرمائیں، تو امام ابوداود رحمہ اللہ کے ساتھ ان کے سکوت کے شامل ہوجانے سے اُس حدیث کے ''صالح للاحتجاج'' ہونے کے امکانات مزید بڑھ جاتے ہیں، چنانچہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ ''رسالة أبي داؤد'' پر اپنی تعلیقات میں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''فعلیٰ هذا ينبغي للمعتني بسنن أبي داؤد الاعتناءُ بتهذيب ابن القيم أيضًا، وإذا سكت على حديثٍ الإمامُ أبوداؤد ثم المنذريُّ وابنُ القيم، فلايكاد ينزل من درجة الاحتجاج به، والله تعالىٰ أعلم بالصواب.''(۴)

یعنی: سننِ ابی داود کو دیکھنے والے کے لیے مناسب ہے کہ وہ (اختصارِ منذری کے ساتھ) حافظ ابن القیم رحمہ اللہ کی تہذیب پر بھی نظر کرے، جب کسی حدیث پر امام ابوداود رحمہ اللہ کے ساتھ حافظ منذری اور ابن القیم رحمہما اللہ بھی سکوت اختیار فرمائیں، تو وہ حدیث ''صالح للاحتجاج'' کے مرتبہ سے کم نہیں ہوگی۔ حافظ منذری رحمہ اللہ کے سکوت کے متعلق یہ بات علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ نے ''فتح القدير'' میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ''لمعات التنقيح'' میں درج فرمائی ہے۔(۵)

اس سلسلے میں آخری دور کے عظیم محدث شیخ شعیب ارنؤوط (متوفی ۱۴۳۸ھ) رحمہ اللہ کے گراں قدر مفصل حواشی سے بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ ان میں ائمہ سابقین کے کلام کا تقریباً استیعاب فرماتے ہیں۔ یہ ساری تفصیل اغلب اور اکثر کے اعتبار سے ہے، ورنہ حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ کے بقول سننِ ابی داود میں بعض شدید روایات پر بھی سکوت ہے، جس کی تفصیل سکوت کی وجوہات کے ضمن میں آگے آئے گی، ان شاء اللہ۔

۲: سننِ ابی داود میں سکوت کی وجوہات اور اس کا حکم

سننِ ابی داود کے بارے میں عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کی روایات میں سے جس روایت پر بھی مؤلف کی طرف سے کلام نہ ہو، وہ کم ازکم اُن کی رائے کے مطابق ''صالح'' ضرور کہلائے گی، مگر یہ خیال درست نہیں ہے، بلکہ تحقیق یہ ہے کہ سننِ ابی داود کی کسی حدیث پر کلام درج نہ ہونے کی مختلف وجوہات ہیں، جن میں سے صرف دو صورتوں میں یہ حکم لگایا جا سکتا ہے کہ ''یہاں پر چونکہ امام ابوداود رحمہ اللہ نے سکوت فرمایا ہے، اس لیے یہ حدیث ان کے نزدیک ''صالح للاحتجاج'' یا ''صالح للاعتبار'' ہے''، باقی

صورتوں میں یہ حکم لگانا ممکن نہیں ہے، چنانچہ سننِ ابی داود میں سکوت کی وہ آٹھ وجوہات یہ ہیں:

۱: بسا اوقات امام ابوداود رحمہ اللہ کسی حدیث پر اس وجہ سے کلام نہیں کرتے کہ وہ اُن کے نزدیک سخت ضعیف نہیں ہوتی، بلکہ وہ اُن کے ہاں ''صالح للاعتبار'' کے قبیل سے ہوتی ہے، چنانچہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ ''النکت علی کتاب ابن الصلاح'' میں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''... يفهم أن الذي يكون فيه وهنٌ غير شديد أنه لا يبيّنه''(۶) یعنی: امام ابوداود رحمہ اللہ کے کلام ''وما كان فيه وهنٌ شديدٌ بيّنتُه'' سے یہ سمجھا گیا ہے کہ جس حدیث میں وہن شدید نہیں ہوگا، وہ اُسے بیان نہیں کریں گے۔

۲: بسا اوقات کسی حدیث پر اس وجہ سے سکوت نظر آتا ہے کہ اُس کے راوی پر سابق میں کلام گزر چکا ہوتا ہے اور اُسی کلامِ سابق پر اکتفا کرتے ہوئے یہاں پر سکوت اختیار کیا جاتا ہے، چنانچہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ اس سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں: ''...لأن سكوتهٗ تارةً يكون اكتفاءً بما تقدم لهٗ من الكلام في ذٰلك الراوي في نفس كتابه.''(۷) یعنی: امام ابوداود رحمہ اللہ کا سکوت کبھی اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اُس راوی پر سابق میں اسی کتاب کے اندر کلام گزر چکا ہوتا ہے۔

۳: بسا اوقات امام ابوداود رحمہ اللہ کو ذہول لاحق ہوجاتا ہے کہ اُس حدیث کا ضعف اگرچہ محتاجِ بیان تھا، لیکن اس موقع پر اُسے بیان کرنا امام ابوداود رحمہ اللہ کے ذہن میں نہیں رہا، چنانچہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''وتارةً يكون [أي السكوت] لذهول منه.''(۸) یعنی: کبھی سکوت امام ابوداود رحمہ اللہ کے ذہول کی وجہ سے ہوتا ہے۔

۴: بسا اوقات کسی حدیث پر امام ابوداود رحمہ اللہ اس وجہ سے سکوت اختیار فرماتے ہیں کہ اس کے راوی کا ضعف بہت زیادہ واضح ہوتا ہے اور ائمہ حدیث کے ہاں اُس کی روایات بالاتفاق غیر معتبر ہوتی ہیں اور آپ یہ اس خیال سے کرتے ہیں کہ راوی کے ضعف کے بہت زیادہ واضح ہونے کی وجہ سے ہر شخص اسے پہچان ہی جائے گا، جس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، چنانچہ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ اس بارے میں تحریر فرماتے ہیں: ''وتارةً يكون [أي السكوت] لشدة وضوح ضَعف ذلك الراوي واتفاق الأئمة على طرح روايته.''(۹) یعنی: کبھی امام ابوداود رحمہ اللہ اس وجہ سے سکوت اختیار فرماتے ہیں کہ اُس راوی کا ضَعف بہت زیادہ واضح ہوتا ہے اور اس کی روایات کے غیر معتبر ہونے پر ائمہ کا اتفاق ہوتا ہے۔ اسی طرح حافظ ذہبی رحمہ اللہ ''سير أعلام النبلاء'' میں اس حوالے سے تحریر فرماتے ہیں: ''وقد يسكت عنه بحسب شهرته ونكارته.''(۱۰) یعنی: کبھی

امام ابوداود رحمہ اللہ راوی کی نکارت کے مشہور ہونے کی وجہ سے اس کے متعلق سکوت اختیار فرماتے ہیں۔

۵: بسا اوقات کسی روایت پر اس وجہ سے سکوت ہوتا ہے کہ امام ابوداود رحمہ اللہ کو اس کی علت کا علم نہیں ہو پاتا، چنانچہ وہ خود اپنے رسالہ میں اس کی تصریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’ربما کتبته و بينته، وربما لم أقف عليه۔‘‘(۱۱) یعنی: کبھی تو میں روایت کو لکھ کر اس کی علت بیان کر دیتا ہوں اور کبھی میں اس پر واقف نہیں ہو پاتا۔

۶: کسی روایت پر امام ابوداود رحمہ اللہ یہ محسوس کرتے ہوئے سکوت اختیار فرماتے ہیں کہ: اس طرح کے فنی مباحث عامۃ الناس کی سمجھ سے بالاتر ہیں، چنانچہ وہ خود اس کی تصریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’وربما أتوقف عن مثل هٰذا، لأنهٗ ضرر على العامّة أن يُكشف لهم كلُّ ما كان من هٰذا الباب فيما مضى من عيوب الحديث، لأن علم العامّة يقصر عن مثل هٰذا۔‘‘(۱۲) یعنی: بسا اوقات میں علت کے بیان سے اس وجہ سے خاموش ہو جاتا ہوں کہ عامۃ الناس کے حق میں یہ بات نقصان دہ ہے کہ ان کے سامنے حدیث کی ہر طرح کی (اسنادی) کمزوریاں ظاہر کر دی جائیں، کیونکہ عامۃ الناس کا علم اس کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

۷: بسا اوقات ہم کسی روایت پر اس وجہ سے سکوت پاتے ہیں کہ امام ابوداود رحمہ اللہ سے چونکہ ان کی کتاب ’’السنن‘‘ کو مختلف رواۃ نے نقل کیا ہے اور ان میں سے بعض رواۃ نے ایک حدیث پر کلام نقل کیا ہوتا ہے، جبکہ دوسرے بعض نے نقل نہیں کیا ہوتا، جس کی وجہ سے ہم دوسری قسم کے رواۃ کو دیکھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ اس حدیث پر امام ابوداود رحمہ اللہ نے سکوت اختیار فرمایا ہے، جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا، بلکہ انہوں نے اس روایت پر کلام کیا ہوتا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ’’وتارةً يكون [أي السكوت] من اختلاف الرواة عنه وهو الأكثر۔‘‘(۱۳) یعنی: بسا اوقات سننِ ابی داود کے رُوات کے اختلاف کی وجہ سے ہمیں سکوت دکھائی دیتا ہے۔ باقی یہ بات کہ امام ابوداود رحمہ اللہ نے واقعتاً اس روایت پر سکوت کیا ہے یا نہیں؟ اس کا فیصلہ سننِ ابی داود کی مختلف روایات میں مراجعت کے بعد کیا جا سکتا ہے، چنانچہ اس سلسلے میں شیخ الاسلام علامہ زاہد بن حسن کوثری رحمہ اللہ ’’رسالة أبي داود‘‘ کے حاشیے میں تحریر فرماتے ہیں: ’’وسكوته إنما يتبين بعد استقصاء الروايات المختلفة من "كتاب السنن" لأن في بعضها ما ليس في الآخر‘‘(۱۴) یعنی: اس بات کا اندازہ کہ امام ابوداود رحمہ اللہ نے واقعی اس روایت پر سکوت اختیار فرمایا ہے، سننِ ابی داود کی مختلف روایات کو جمع کرنے کے بعد لگایا جا سکتا ہے،

اس لیے کہ بعض روایات میں ایسے اضافے ہوتے ہیں کہ جو دوسری بعض میں نہیں ہوتے۔

۸: کبھی سکوت اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ روایت واقعی امام ابوداود رحمہ اللہ کی رائے میں قابلِ احتجاج یا قابلِ اعتبار رہوتی ہے۔

امام ابوداود رحمہ اللہ کے قول ''وما لم أذكر فيه شيئًا فهو صالح'' میں ان آٹھ صورتوں میں سے صرف پہلی اور دوسری صورت مراد لی جاسکتی ہے، باقی نہیں، لہٰذا یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ سننِ ابی داود میں ہر جگہ سکوت اس وجہ سے نہیں ہوتا کہ وہ حدیث امام ابو داود رحمہ اللہ کے ہاں قابلِ استدلال یا قابلِ اعتبار ہے، بلکہ ان دیگر وجوہات کی بنا پر بھی کسی جگہ سکوت ہوسکتا ہے۔ اس پوری بحث کا حاصل یہ ہے کہ:

❶: امام ابو داود رحمہ اللہ کا قول ''صالح'' عام ہے، یہ ''صالح للاحتجاج'' اور ''صالح للاعتبار'' دونوں کو شامل ہے۔

❷: کس جگہ ''صالح للاحتجاج'' مراد ہوگا اور کس جگہ ''صالح للاعتبار''؟ اس کا فیصلہ محدثین کے صریح اقوال اور موقع ومحل کے مناسب قرائن کی بنیاد پر ہوگا۔

❸: سننِ ابی داود کی جن احادیث پر کلام درج نہیں ہے، ان کے بارے میں حتمی طور پر یہ رائے قائم کرنا درست نہیں ہے کہ ان پر چونکہ امام ابوداود رحمہ اللہ نے سکوت اختیار فرمایا ہے، اس لیے یہ ان کی رائے میں ''صالح للاحتجاج'' یا ''صالح للاعتبار'' کے قبیل سے ہیں۔

❹: جیسا کہ ایسی روایات کے بارے میں ''كلُّ ما سكت عليه أبو داود فهو حسنٌ'' کا قول سراسر تساہل اور تسامح پر مبنی ہے۔

❺: سننِ ابی داود کی کسی روایت پر کلام درج نہ ہونے کی معروف آٹھ وجوہات ہیں، جن میں سے صرف دو صورتوں میں یقینی طور پر یہ حکم لگایا جاسکتا ہے کہ یہ حدیث چونکہ امام ابوداود رحمہ اللہ کی رائے کے مطابق ''صالح للاعتبار'' یا ''صالح للاحتجاج'' تھی، اس وجہ سے انہوں نے اس پر سکوت اختیار فرمایا ہے، باقی صورتوں میں یہ حکم لگانا درست نہیں ہے۔

❻: سننِ ابی داود میں بعض ایسی سخت ضعیف روایات بھی ہیں کہ جن پر بظاہر کسی قرینے کی وجہ سے سکوت اختیار کیا جاتا ہے، مگر اس سکوت کی وجہ امام ابوداود رحمہ اللہ کی رضامندی نہیں ہے۔

❼: سابقہ تفصیلات سے پتہ چلا کہ سکوتِ ابی داود کو بنیاد بنا کر کسی حدیث کے معتبر اور صالح ہونے کا قول کرنا عام عالم کے لیے کافی مشکل اور ایک کٹھن کام ہے۔

❽: البتہ! صاحبِ فن کے لیے حافظ منذری اور علامہ ابن القیم رحمہما اللہ کے کلام کو دیکھ کر اس بات کا اندازہ لگانا آسان ہوجائے گا کہ یہاں پر سکوت کی وجہ کیا ہے؟!

❾: سننِ ابی داود کے سکوت کو جب اس قدر توسع کے ساتھ پرکھ لیا جائے اور ان دونوں حضرات (حافظ منذری اور علامہ ابن القیم رحمہما اللہ) کی تائید بھی شامل ہوجائے، تو اس بات کا امکان بہت کم رہ جائے گا کہ امام ابو داود رحمہ اللہ کسی حدیث پر سکوت اختیار فرمائیں اور وہ اہلِ فن کے نزدیک صالح نہ کہلائے!!!!!

حوالہ جات

۱: "رسالة أبي داوٗد إلى أہل مكة في وصف سننه"، ضمن "ثلاث رسائل في علوم الحديث"، ص: ۳۷-۳۸، ط: مكتب المطبوعات الإسلامية، بيروت، لبنان.

۲: "الغاية في شرح الہداية في علم الرواية" للسخاوي، أقسام الحديث، الصالح، ص: ۱۵۲، ط: مكتبة أولاد الشيخ للتراث.

۳: "سير أعلام النبلاء" للذہبي، ترجمة الإمام أبي داوٗد: ۱۳/۲۱٤، ط: مؤسسة الرسالة، بيروت، و"النكت الوفية بما في شرح الألفية" للبقاعي، النوع الثاني: الحسن: ۱/۲۵۷، ط: مكتبة الرشد، و"تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي" للسيوطي، النوع الثاني: الحسن: ۱/ ۱۹۵، ط: مكتبة الكوثر، الرياض.

۴: "رسالة أبي داوٗد"، ص: ٤۵، ط: مكتب المطبوعات.

۵: "فتح القدير" لابن الہُمام، باب صلاة العيدين: ۲/ ۷۵، ط: دار الفكر، و "لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح" للشيخ عبد الحق المحدث الدهلوي، باب صلاة العيدين، الفصل الثاني: ۳/ ۵۵۸، ط: دار النوادر، دِمَشق.

۶: "النكت على كتاب ابن الصلاح" لابن حجر العسقلانيؒ، النوع الثاني: الحسن: ۱/ ٤۳۵، ط: الجامعة الإسلامية، السعودية.

۷: "النكت" لابن حجر: ۱/ ٤٤۰، ط: الجامعة الإسلامية.

۸: "النكت" لابن حجر: ۱/ ٤٤۰، ط: الجامعة الإسلامية.

۹: "النكت" لابن حجر: ۱/ ٤٤۰، ط: الجامعة الإسلامية.

۱۰: "سير أعلام النبلاء" للحافظ الذہبيؒ، ترجمة الإمام أبي داوٗد: ۱۳/۲۱۵، ط: مؤسسة الرسالة.

۱۱: "رسالة أبي داوٗد"، ص: ۵۰، ط: مكتب المطبوعات.

۱۲: "رسالة أبي داوٗد"، ص: ۵۰، ط: مكتب المطبوعات.

۱۳: "النكت" لابن حجر: ۱/ ٤٤۰، ط: الجامعة الإسلامية.

۱۴: "رسالة أبي داوٗد"، ص: ۳۸، ط: مكتب المطبوعات.